تلخیص و ترجمہ

الیڈ کا عربی ترجمہ

عربی ادب پر سلیمان بستانی کا بہت بڑا احسان ہے، علم وادب کی خدمت میں وہ کسی طرح اپنے ہم نسب پطرس بستانی سے پیچھے نہیں ہے۔ اگر پطرس نے گذشتہ صدی میں عربی علم وادب کی گرانقدر خدمت انجام دی ہے تو سلیمان بستانی نے موجودہ دور میں اتنا عظیم المرتبت کارنامہ پیش کیا ہے جو عربی ادب کی تاریخ میں آپ اپنی مثال ہے اور جس سے عربی ادب کا ایک محسوس وسیع خلا پُر ہو گیا ہے۔ سلیمان نے یونانی زبان کے مشہور رزم نامہ الیڈ کا عربی میں ترجمہ کیا ہے، الیڈ کیا ہے؟ اور اس کا موضوع و مبحث کیا ہے؟ آئندہ چل کر ہم اس کا مفصل تذکرہ کریں گے۔ مختصراً یہ کہ الیڈ فکرانسانی کا ایک نادر شاہکار ہے اور منظومات کا سرتاج! ترجمہ کی خوبی اور عمدگی کے لئے ادیب شہیر علامہ سید جمال الدین افغانی کا تبصرہ قابل دید ہے۔ موصوف کتاب اور اس کے مصنف پر تبصرہ کرتے ہوئے مترجم کے متعلق رقمطراز ہیں۔

"نہایت مسرت کا مقام ہے کہ سلیمان بستانی نے آج وہ کام کر دیا جو آج سے ہزار سال قبل عربوں کو کرنا چاہئے تھا، کاش! ماموں رشید کی قائم کردہ اکیڈمی[1] یونانی فلسفہ کا عربی

---

[1] اکیڈمی کا بانی ماموں رشید کو قرار دینا درست نہیں، متذکرہ اکیڈمی ماموں سے بہت پہلے قائم ہو چکی تھی۔ یہ اکیڈمی "بیت الحکمۃ" کے نام سے موسوم تھی، اگرچہ عربی تراجم کے کام کی داغ بیل ابوجعفر منصور عباسی کے زمانہ میں (بلکہ بعض مورخین کے نزدیک تو بنی امیہ ہی کے زمانہ میں) پڑ چکی تھی مگر اس کا باقاعدہ نظام "بیت الحکمۃ" کے نام سے ہارون الرشید کے عہد میں قائم ہوا۔ اس محکمہ میں یہودی، عیسائی، اور ہندو عالم تراجم کتب کے کام پر مقرر تھے چنانچہ خود ہندوستان کے اطبا میں منکہ سالی (صالح) اور ابن دہن مشہور پنڈت ہیں (باقی صفحہ ٦٢ پر ملاحظہ ہو)

میں ترجمہ کرنے کے بجائے الیڈ کو عربی میں منتقل کرنے کے اہم کام پر اپنی پوری توجہات صرف کردیتی اور پہلی فرصت میں اکیڈمی کی جانب سے الیڈ کا عربی ترجمہ شائع ہوتا۔"

یہ تبصرہ عالم اسلامی کے ایک ایسے بلند پایہ ادیب کا ہے جس کی عظمت کا سکہ عربی ادب کی دنیا میں آج تک چل رہا ہے، سید جمال الدین مرحوم کے تبصرہ پر بستانی جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

الیڈ کیا ہے اور کس کی تصنیف ہے؟ کتاب کا موضوع کیا ہے! اور وہ کون سے تاثرات تھے جن سے متاثر ہو کر بستانی نے اس کو عربی میں منتقل کیا ہے؟ آج کی فرصت میں ہم انہی متذکرہ صدر سوالات پر روشنی ڈالیں گے اور ان کے جوابات کی اتنی تفصیل کردی جائے گی جتنی کہ کسی مجلاتی مقالہ میں گنجائش ہو سکتی ہے۔

کتاب کا مصنف | الیڈ کی تصنیف کا فخر یونان کے نامور شاعر ہومر کو حاصل ہے، ہومر کے زمانۂ پیدائش کی تعیین میں مورخین بہت مختلف ہیں۔ اسی طرح اس کے اور بقیہ حالاتِ زندگی کے متعلق بھی مورخین کا شدید اختلاف ہے، تاہم محققین کی یہ رائے ہے کہ ہومر دسویں صدی قبل مسیح کے اوائل میں سمرنا (ایشیائے کوچک) کے مضافات میں پیدا ہوا۔ ہومر یونانی الاصل تھا اور اس کے والدین یونان ہی میں سکونت رکھتے تھے، ہومر کو بچپن سے سیاحت کا شوق دامنگیر تھا۔ اس نے تقریباً تمام ممالک کو دیکھا، ان ممالک میں ہومر کو مصر زیادہ پسند آیا اور اس علاقہ سے وہ بہت متاثر ہوا۔ چنانچہ اس کے اشعار میں مصری شہروں اور وہاں کے باشندوں اور علما و فضلا کے حالات تفصیل سے ملتے ہیں۔ ہومر کی عمر ابھی بیس سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس کی بینائی جاتی رہی۔ ہومر اس باب میں عرب کے مشہور شاعر ابوالعلاء المعری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱) جو "بیت الحکمۃ" میں کام کرتے تھے۔ ہاں! البتہ یہ واقعہ ہے کہ ماموں رشید کے زمانہ میں "بیت الحکمۃ" نے جو ترقی حاصل کی اس کے لحاظ سے عہد ہارون کا کام بالکل ابتدائی معلوم ہوتا ہے اور غالباً اسی لئے سید صاحب نے اس کو عہد مامون سے منسوب کیا ہے (الفہرست لابن ندیم ص ۳۳۸) م۔ ق

اور انگلستان کے ہر دلعزیز شاعر ملٹن (Milton) کا پیشرو ہے۔ ملٹن نے بھی اپنا مشہور رزم نامہ "فردوس گم گشتہ" بینائی ضائع ہو جانے کے بعد لکھا تھا، ہومر اگرچہ یونانی النسل ہے لیکن ملک و قوم کی تخصیص سے قطع نظر اگر اس کو تمام دنیا کے شعراء کا امام کہا جائے تو وہ بلاشبہ اس استحقاق کا مستحق ہے!

الیڈ اور اس کا عربی ترجمہ ہومر کا مشہور جنگنامہ الیڈ شعر و شاعری کی تاریخ میں آپ اپنی نظیر ہے اور جملہ ممالک و اقوام کی ادبیات میں اس کو غیر معمولی اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ الیڈ سولہ سترہ ہزار یونانی اشعار پر مشتمل ہے جن کو سلیمان بستانی نے دس گیارہ ہزار عربی اشعار میں نظم کیا ہے، ترجمہ میں عربی کی تقریباً تمام بحریں استعمال کی گئی ہیں۔ سلیمان نے ترجمہ کو اپنے شہرۂ آفاق باپ کے نام ان والہانہ الفاظ میں معنون کیا ہے کہ:۔

> میرے لائق احترام باپ! میرا تمام علم و فضل آپ ہی کا رہینِ منت ہے اور یہ ترجمہ بھی آپ ہی کی توجہات کا شیریں ثمر ہے، گو میں آپ کی زندگی میں کوئی خدمت نہیں کر سکا تاہم اب آپ عالم ارواح میں ہوتے ہوئے بھی اس سے ضرور مسرور ہوں گے، ترجمہ کے انتساب کے لئے آپ سب سے زیادہ موزوں ہیں، اس لئے بصد احترام یہ "نذرِ اخلاص" خدمت گرامی میں پیشکش ہے۔"

کتاب کا موضوع یونان کے مشہور علاقہ گریک اور طروادہ میں دس سال تک مسلسل ایک جنگ جاری رہی۔ طرواد کی مختلف آبادی ایشیائے کوچک کے جنوب سے آبنائے درِ دانیال تک پھیلی ہوئی ہے جنگ سے پہلے گریک اور طرواد میں سیاسی اور نسلی تعلقات نہایت مستحکم طور پر قائم تھے، جنگ کا آخری مہینہ حوادثات و واقعات کے لحاظ سے بہت اہم ہے، یہی حالات و واقعات ہیں جو الیڈ کا موضوع ہیں اور انھیں کی پوری تفصیل شاعرانہ طور پر الیڈ میں قلمبند کر دی گئی ہے!

یہ جنگ کیوں شروع ہوئی اور کن حالات نے جنگ کو اتنا طویل کر دیا؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ طرواد کے بادشاہ فاریس بن فریام نے یونان ایک سفارت بھیجی جس نے شاہِ گریک منلاوس کے ہاں قیام کیا

سوءِ اتفاق کہ بادشاہ اس وقت ملک میں موجود نہیں تھا، سفارت نے بادشاہ کی عدم موجودگی سے ایک ناجائز فائدہ اٹھایا اور اس کی حسین بیوی ہیلن سے معاشقانہ تعلقات پیدا کر لئے اور پھر اس کو اغوا کر کے طروادہ پہنچا دیا۔ اس خبر نے گریک کو چراغ پا بنا دیا اور گریکیوں نے ہیلن کے حصول کی ہر ممکن سعی کی لیکن جب کامیابی نہ ہو سکی تو مجبوراً گریکیوں نے طروادہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور اس جنگ کے لئے تمام ملک سے امداد کی اپیل کی ملک نے دعوتِ جنگ کو لبیک کہا اور یونان کا بچہ بچہ طروادہ کے استیصال کے لئے ہمہ تن مستعد ہو گیا، یونانیوں کی اس غضب آلود عظیم الشان فوج نے طروادہ کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ سپاہی جہاں پہنچتے تھے قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔ دشمن کے جان و مال کو یونانی اپنے لئے بالکل جائز سمجھتے تھے،

یونانی فوجیں طروادہ کو برباد کرتی ہوئیں دارالسلطنت یون تک پہنچ گئیں اور اس کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ دس سال تک مسلسل جاری رہا۔ جنگ میں مردوں کو قتل کر دیا جاتا تھا اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جاتا تھا، قیدیوں میں دو نہایت حسین و نوجوان دوشیزائیں بھی شامل تھیں جن کے متعلق یونانی فوجوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ایک لڑکی آغامنون شاہِ گریک کو پیش کی جائے اور دوسری لڑکی ملک کے بہادر جرنیل اخیل کی نذر گذرانی جائے۔ لیکن آغامنون نے اخیل کی نامزد لڑکی کو پسند کیا اور اس کو جبراً حاصل کرنا چاہا اخیل کے لئے یہ توہین ناقابلِ برداشت تھی وہ اس سے بہت برہم ہوا اور فوج سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس وقت تک اخیل فوج سے علیحدہ رہا جب تک اس کا مخلص دوست فطرقل اس کے معاملہ میں لڑتا ہوا قتل نہ ہو گیا۔

ایلیڈ کا موضوع اخیل کا یہی غیظ و غضب اور فوج سے علیحدگی ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کو شعرا حیرت زا نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ہومر کی قدرتِ کلام پر تعجب کرتے ہیں کہ اس نے ایسے خشک اور کٹھن موضوع پر نہ صرف ایک دو قصیدہ لکھا بلکہ اشعار کا ایک ضخیم مجموعہ تخلیق کر ڈالا جس میں

تخیل کی بلندی اور اسلوب کی ندرت کے ساتھ ساتھ علوم وفنون اور معلومات کا اتنا اچھا ذخیرہ فراہم کردیا گیا ہے کہ منظومات کی فہرست میں اس کی نظیر کا ملنا ناممکن ہے، الیڈ کی تصنیف پر تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، اس مدت میں بہت سے باعظمت سحرطراز شعرا پیدا ہوئے، ورجل ڈانٹے، ٹوسو اور ملٹن نے اسی مدت میں اپنی اپنی شیریں نوائی سے ایک عالم کو مسحور رکھا لیکن الیڈ ہر دور میں شعر و شاعری کا شاہکار سمجھا جاتا رہا اور کسی شاعر کو یہ ہمت نہیں ہوسکی کہ اس جیسے کلام کا مجموعہ مرتب کرسکے، الیڈ کا ترجمہ دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ہوچکا ہے اور ہر زبان کا ادبی سرمایہ اس پر فخر کرتا ہے، اور یورپ وامریکہ میں تو وہ اتنا مقبول ہوا ہے کہ وہاں کی یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم میں داخل کردیا گیا ہے۔

الیڈ کا عربی ترجمہ سلیمان بستانی نے دوسری مفید کتابوں کو نظر انداز کرکے الیڈ کو ترجمہ کے لئے کیوں منتخب کیا؟ اس کے جواب کے لئے مترجم نے ترجمہ کے مقدمہ میں ایک عنوان قائم کیا ہے جس میں الیڈ کے عربی میں ترجمہ کرنے پر بسط وتفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ذیل میں اس کے مختلف ضروری اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن سے ترجمہ کے مقتضیات کی مختصراً وضاحت ہوجاتی ہے:-

"مجھے بچپن ہی سے اشعار سے دلچسپی ہے اور بالخصوص ان نظموں سے جو گذشتہ اقوام کی مذہبیات وواقعات سے متعلق ہوتی تھیں، اپنی اسی فطری مناسبت سے میں الیڈ کا بکثرت مطالعہ کیا کرتا تھا، میرے شب وروز کے فکر کا واحد موضوع ہومر کا یہی مجموعۂ کلام تھا اس کے ماسوا دیگر قدیم وجدید شعرا کا کلام بھی بکثرت میری نظر سے گذرتا رہتا تھا، لیکن جب میں کسی بڑے شاعر کی نظم کا مطالعہ کرتا تھا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی تھی میں الیڈ کی نظموں کو اس سے کہیں بہتر پاتا تھا، میں نے بیّن طور پر یہ محسوس کیا کہ اگرچہ قدیم عہد ہونے کے اعتبار سے الیڈ کی شاعری فرسودہ ہوچکی ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی معنوی خوبیوں کے

لحاظ سے وقت کی بلند پایہ شاعری ہے۔"

"دنیا کی جملہ علمی زبانوں میں الیڈ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یورپ نے تو صرف اس کے ترجمہ پر اکتفا کیا ہے بلکہ اس کو اپنے نصاب تعلیم میں داخل کر لیا ہے، لیکن افسوس! عربی ادب کا دامن تاہنوز اس سے خالی ہے! حالانکہ یورپ کی زبانوں اور ان کی ادبیات میں وہ لوچ اور صلاحیت نہیں ہے جس سے یونان کی شاعری بجنسہ اس میں منتقل ہو سکے، البتہ عربی ادب میں یہ وسعت و استعداد موجود ہے اور یونانی علوم و فنون کو بلا تکلف وہ اپنے دامن میں جگہ دے سکتا ہے کیونکہ عربی زبان یونانی سے بہت قریب رہی ہے، نیز الیڈ کا موضوع عہدِ جاہلیت کا ایک پر کیف موثر واقعہ ہے اور عربی میں بھی خالص جاہلیت کی شاعری صحیح، مستند اور معیاری سمجھی جاتی ہے اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ کسی ملک کے قدیم شعرا نے الیڈ کی اتنی خدمت نہیں کی اور کسی قوم کی پرانی شاعری نے اس کی اتنی تشریح کی جتنی کہ عربی زبان نے کی ہے۔ متذکرہ مختلف وجوہ کے پیش نظر الیڈ کے ترجمہ کا سب سے زیادہ مستحق عربی ادب تھا اور اس کا اولین ترجمہ عربی ہی میں ہونا چاہئے تھا! کاش! اب بھی عربی ادب شعرو شاعری کے اس شاہکار کو اپنے اندر جذب کر لے!"

مترجم نے جب ترجمہ کی ابتدا کی تو وہ فرنچ اور انگریزی محض دو زبانیں جانتا تھا اور انہی دو زبانوں میں وہ الیڈ کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ ۱۸۸۷ء کے اواخر میں مترجم قاہرہ میں مقیم تھا کہ اس نے چند نظموں کا عربی ترجمہ کر کے مشہور ادبا کو تبصرہ کے لئے بھیجا تاکہ وقت کی ادبیات کا صحیح رجحان معلوم کر سکے۔ مترجم کو اس میں خاطر خواہ اور امید افزا کامیابی حاصل ہوئی، مصری ادبا نے اس کی توقع سے بڑھکر اس ترجمہ پر اس کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ لیکن ابھی چند نظموں ہی کا ترجمہ ہونے پایا تھا کہ الیڈ کے متعدد نسخوں میں باہم اختلاف معلوم ہوا حتی کہ دونوں زبانوں کے ترجموں میں ناقابلِ ترجیح اختلافات پیدا ہونے محسوس

ہونے لگے۔ اس دشواری کے پیش نظر بستانی نے ترجمہ کا کام روکدیا اور یونانی زبان سیکھنے کا ارادہ کرلیا تاکہ الیڈ کے اصل یونانی نسخہ کی طرف رہنمائی ہو سکے، اور فی الحقیقت یونانی زبان سیکھے بغیر الیڈ کے صحیح نسخہ کی یافت ممکن بھی نہ تھی، چنانچہ یونانی کے ایک ماہر استاد کی تلاش میں سلیمان نے قاہرہ چھوڑدیا اور تلاش کرتا ہوا بیروت پہنچا جہاں یونانی کے ایک مسیحی عالم سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ بستانی نے اس سے یونانی سیکھنی شروع کردی اور ہمہ تن اس پر متوجہ ہوگیا۔ چند ماہ کی محنت سے اس میں اتنی استعداد پیدا ہوگئی کہ کسی امداد کے بغیر وہ الیڈ کو بخوبی حل کرسکتا تھا۔ اب بستانی نے پھر ترجمہ کا کام شروع کردیا لیکن قاہرہ سے گھبرا کر کسی موزوں مقام کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور عراق، ایران، ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک کا سفر کرتا ہوا قسطنطنیہ جا پہنچا۔ اپنی دو سال کی اس سیاحت میں بستانی نے قسطنطنیہ کو پسند کیا اور سات سال تک یہیں مقیم رہا۔ قسطنطنیہ کی اقامت کے زمانے میں بھی وہ اکثر سفر کرتا رہا اور یورپ وامریکہ اور شام کی سیاحت کی، لیکن دورانِ سیاحت میں جو چیز اس کی رفیقِ سفر ہوتی وہ الیڈ تھی! اگر بستانی دامنِ کوہ کے مرغزاروں میں ہوتا تھا تب بھی اس کے حسین تخیلات کا واحد مرکز الیڈ ہی ہوتا تھا، اسی طرح جب وہ ہوائی جہاز اور ریلوں کے سفر کے دلچسپ مناظر میں کھو یا جاتا تھا اس وقت بھی الیڈ کے ترجمہ کی دھن اس کی رگوں میں خون بنکر دوڑتی رہتی تھی، غالباً اسی لئے مشہور ہے کہ

"بستانی نے الیڈ کا ترجمہ دنیا کی چاروں سمتوں میں رہ کر مکمل کیا ہے۔"

غرض کہ ۱۷ سال کی طویل محنت شاقہ کے بعد بستانی کے خون تمنا سے سینچا ہوا نونہال برگ وبار لایا اور الیڈ کا عربی منظوم ترجمہ مکمل ہوگیا۔ مترجم نے اوائل کتاب میں ایک بسیط مقدمہ لکھا ہے جو ۲۰۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ مقدمہ میں علم وادب سے متعلق گرانقدر معلومات فراہم کی گئی ہیں ترجمہ میں حسب ضرورت جابجا تشریحی نوٹس بھی ہیں جو بہت مفید اور سود مند ہیں جن سے مترجم کی وسعتِ نظر کا

پتہ چلتا ہے، نیز الیڈ کے متعلق اور ناقابل فہم مواقع پر عربوں نے جو جستہ جستہ منظوم تشریحات کی تھیں جن کی مقدار ایک ہزار اشعار سے زائد ہے۔ بستانی نے افادہ کی غرض سے ان کو بھی اپنے ترجمہ کے ساتھ شامل کر لیا ہے۔ غرضیکہ بستانی کی سترہ سالہ جگر کاوی کا ما حصل الیڈ کا عربی منظوم ترجمہ مع مقدمہ اور شرح ہے، مترجم کی سعی مشکور سے عربی ادب کی لائبریری میں ایک ایسے گرانقدر ادبی شاہکار کا اضافہ ہوا ہے جو نہ اس سے پہلے اس کو حاصل تھا اور نہ مستقبل قریب میں اس کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے۔

"اب ہم ذیل میں الیڈ کے عربی ترجمہ سے کچھ اشعار کا ترجمہ پیش کرتے ہیں جس سے اصل کتاب کی بلاغت اور اس کے زور بیان کا اندازہ ہوگا۔ یہ اشعار اس واقعہ سے متعلق ہیں جبکہ طرواد یوں کا بہادر سپہ سالار ہکٹر میدانِ جنگ میں جانے سے پہلے اپنے گھر آتا ہے اور اپنی بیوی اور شہزادہ بچوں کو الوداع کہتا ہے اس وقت اس کا دل آئندہ کے خطرات سے پُر ہے اور وہ اپنی بیوی اندروماخ کو خطاب کرکے کہتا ہے:

• عنقریب یونان کے قلعے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور نہایت ہولناک حوادث پے بہ پے برسنے لگیں گے۔ لیکن میرا دل ان میں سے کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔۔ میں اس وقت بھی خوفزدہ نہیں ہوا جبکہ میری ماں قبر میں رکھی گئی اور جس وقت کہ میرے باپ کے خون سے زہر میں بجھے ہوئے نیزے سیراب ہو رہے تھے اور نہ اس وقت جبکہ میرے بھائیوں کی بوسیدہ ہڈیاں زمین کا لقمہ بنی ہوئی تھیں، میں اس وقت بھی پریشان نہیں ہوں گا۔ جبکہ طروادی سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور پوری فضائے آسمانی زخمیوں اور مرنے والوں کی چیخ پکار سے بھر جائے لیکن آہ! میرے لئے اے میری پیاری بیوی سب سے بڑا حادثہ یہ ہوگا کہ تو دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے اور ایک باندی کی حیثیت سے زندگی کی تلخیوں پر آنسو بہاتی رہے۔ تجھے سخت پیاس لگی ہو اور ایک قطرۂ

آپ کے لئے لوگوں سے درخواست کرے یا تجھ کو کپڑے بننے پر مجبور کیا جائے حالانکہ تیرا دل ٹوٹا ہوا ہو
خدانخواستہ اگر یہ مصیبت نازل ہوگئی تو میرے لئے یہ سب سے بڑی مصیبت ہوگی۔ ہائے
اندوماخ امیں اس غم کو قطعاً نہیں سہار سکتا کہ تو زنجیروں سے بندھی ہوئی ہو اور تیرے گلے میں
طوق پڑا ہوا ہو، دوزخ کی آگ میں جھلس رہی ہو اور لوگوں کو رو رو کر مدد کے لئے پکار رہی ہو،
خدا کرے کہ سکٹر اس وقت زمین میں روپوش ہوچکا ہو جبکہ تیرے اوپر یہ مصیبت نازل ہو۔

(س۔ ق)

ثروت آرا بیگم

از محترمہ حمیدہ سلطانہ بیگم

حمیدہ سلطانہ بیگم صاحبہ ملک کی ادیب خواتین میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ یہ ناول موصوفہ نے اب سے دس سال قبل لکھا تھا۔ ناول میں ماحول اور کرداروں کی مطابقت سے واقعیت نگاری کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ "ثروت آرا بیگم" ایک خاص قسم کا کلچر اور تمدن رکھتی ہے زبان کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ ہر صفحہ منہ سے بول رہا ہے کہ یہ ایک دہلوی خاتون کی تصنیف ہے۔ ناول دلّی کی مٹی ہوئی تہذیب کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش کردیتا ہے۔ پھر دلی کی زبان اور محاوروں کا چٹخارہ سونے پر سہاگہ کا کام کررہا ہے پڑھی لکھی خواتین کے لئے اس کا مطالعہ دلچسپی کا سبب ہوگا۔

قیمت مجلد دو روپے بارہ آنے۔ غیر مجلد دو روپے آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ:۔ مصنفہ۔ پریم نواس۔ سر بریام روڈ۔ دہلی

ادبیات

تجلیاتِ اُفق

از میر اُفق صاحب کاظمی امروہوی

جہاں وہ ہے وہ جہاں اس جہاں سے دور نہیں
زمیں سے دور نہیں آسماں سے دور نہیں

نہیں بقیدِ مکاں پر مکاں سے دور نہیں
غرضکہ وہ ہیں جہاں ہوں وہاں سے دور نہیں

حدِ قیاس و خیال و گماں سے دور ہے وہ
مری نظر مرے دل میری جاں سے دور نہیں

حجابِ اکبرِ علم اٹھ گیا تو کیا دیکھا
کہ وہ مری نگہِ لامکاں سے دور نہیں

کوئی کلیم نہیں ورنہ وہ تجلیِ طور
فروغِ آتشِ شوقِ نہاں سے دور نہیں

قدم احاطۂ ماحول سے بڑھا تو سہی
کہ تیری منزلِ مقصد یہاں سے دور نہیں

بنوں گا طائرِ روح القدس کا ہم پرواز
کہ شاخِ سدرہ مرے آشیاں سے دور نہیں

ہوئی کمالِ تصور سے مجھکو یہ تصدیق
سرِ نیاز ترے آستاں سے دور نہیں

پہنچ ہی جاؤں گا جس دن کرونگا عزمِ صمیم
مدینہ سرحدِ ہندوستاں سے دور نہیں

بعید فہم سے ہے جذبِ حسن و عشق کا راز
مگر یہ میرے دلِ رازداں سے دور نہیں

حجابِ حدِ نظر کا ہے مصلحت کے لئے
وہ جلوہ گاہ، اُفق آسماں سے دور نہیں

مے باقی

یوسف جمال صاحب انصاری ایم اے (علیگ)

چشم بر امید ہوں میں دوش و فردا کی قسم
اے جمالِ یار تجھکو طور و موسیٰ کی قسم

خود نمائی حُسن کی فطرت ہی اے پردہ نشیں
ناز جلوہ کر، تجھے ذوقِ تماشا کی قسم

لن ترانی دعوتِ نظّارگی کا نام ہے
چشم موسیٰ کی قسم، طورِ تجلّی کی قسم

خود چھکا دیں جس کو ساقی کی نشیلی انکھڑیاں
بے پیے بھی مست ہو وہ کیفِ صہبا کی قسم

اپنے میخانے کا صدقہ آج شیشے سے نہ ناپ
ساقیا خُم سے لنڈھا دے، تجھکو داتا کی قسم

پھر نگاہوں سے پلا دو، بیخودی کا واسطہ
پھر ذرا اٹھلا کے چلنا، حشرِ برپا کی قسم

تیری کم ظرفی ہی اے منصور لے ڈوبی تجھے
ورنہ میں کیا کچھ نہیں ہوں ذاتِ یکتا کی قسم

سنگریزوں کو نوازوں میں تو بنجائیں صنم
آذری پیشہ ہے میرا، ربِ کعبہ کی قسم

ہاں زمیں گردش میں ہی، سوگندِ دورِ جام کی
رقص میں ہے ماہِ تاباں، لغزشِ پا کی قسم

مائلِ توبہ جو ہوتا ہے کبھی عزمِ گناہ
مستیِ روزِ ازل دیتی ہے صہبا کی قسم

قیس و لیلیٰ پر نہیں کچھ انحصارِ حسن و عشق
ذرہ ذرہ نجد کا مجنوں ہی، لیلیٰ کی قسم

دو آتشہ

از شیدا صاحب گجراتی

(۱)

دیکھ تو اے ساقیٔ کوثر مقام — تیرے مستانِ ازل اور تشنہ کام
محفلِ شمس و قمر کا ذکر کیا! — ہے بہت آگے محبت کا مقام
اک حسیں محفل سجانے کے لئے — کر رہا ہوں آنسوؤں کا اہتمام
کون اٹھا انگڑائیاں لیتا ہوا — رک گیا ہے آج دورِ صبح و شام
چاند کا ہوتا ہے ذروں پر گماں — چاندنی میں کون ہے محوِ خرام
میری منزل ماورائے دو جہاں — میری دنیا بے نیازِ صبح و شام
مجھکو آجائے یقیں ممکن نہیں — ان کے لب پر اور پھر شیدا کا نام

(۲)

اٹھ کہ ہر ذرہ کو دیں درسِ جنوں — اٹھ کہ پھر بدلیں زمانے کا نظام
اٹھ کہ دیں سعیِ مسلسل کو فروغ — تھام لیں بڑھکر مقدر کی زمام
اٹھ کہ پھر چھیڑیں سرودِ سرمدی — بخشدیں ہر چیز کو عمرِ دوام
اس طرح توڑیں ستاروں کا سکوت — گونج اٹھے گنبدِ عالی مقام
قصۂ دار و رسن تازہ کریں — از سرِ نو لیں خرد سے انتقام
اٹھ کہ پھر توڑیں طلسمِ سامری — دیں زمانے کو حقیقت کا پیام

نظمِ باطل کو تہ و بالا کریں
پی کے اے شیدا مئے یثرب کا جام